بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

خبر گرم ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت کے قیام کا اعلان ہونے والا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو بڑی خوشی کی بات ہے اور حکومت اس اقدام پر مبارکباد کی مستحق ہے لیکن ہماری یہ مبارکباد شرح صدر اور اطمینان قلب کے ساتھ نہیں بلکہ تشویش اور اضطراب اور دل کی دھڑکن کے ساتھ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ کا طویل اور عالمگیر تجربہ بتاتا ہے کہ جو نظام حکومت کسی آئیڈیالوجی پر قائم ہو اور ملک کے عوام و خواص صدق دل سے اس آئیڈیالوجی کے نہ قائل ہوں اور نہ وہ ان کی سرشت میں پیوست ہو تو وہاں عملاً بجائے فائدہ کے نقصان ہی ہوتا ہے، ارباب غرض اس آئیڈیالوجی کو اپنی مقصد برآری کا ذریعہ بنا لیتے اور ملک میں فتنہ و فساد پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھ لیجیے جن ایشیائی ملکوں میں جمہوری نظام حکومت قائم ہے اور لوگوں کا مزاج اور انداز فکر جمہوری نہیں ہے وہاں اسی جمہوریت کے نام پر کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے اور بعض ملکوں میں تو عالم یہ ہے کہ لوگ جمہوریت، سیکولرزم اور سوشلزم کے دلفریب نعروں اور خوش آیند عنوانوں سے بیزار اور ڈکٹیٹرشپ کے حامی اور طرفدار ہوتے نظر آنے لگے ہیں۔

دور کیوں جایئے، خود تاریخ اسلام کو دیکھئے، پوری تاریخ میں جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئی ہیں باستثنائے معدودے چند سب کا دعویٰ یہی رہا ہے کہ حکومت کا دستور و آئین اسلام ہے چنانچہ مقدمات کے فیصلے شریعت اسلامی کے مطابق ہوتے تھے اور مسلمانوں کے عام سماجی اور معاشرتی معاملات و مسائل کا انصرام بھی مسلم پرسنل لا کی روشنی میں ہوتا، یہاں تک کہ حکومت کا نام بھی

خلافت ہوتا تھا لیکن بایں ہمہ کیا تاریخ اسلام کا کوئی مبصر کہہ سکتا ہے کہ ابتدائی دور کو مستثنیٰ کر کے کہیں بھی اسلامی نظامِ زندگی اپنی اصل اور حقیقی صورت و شکل میں قائم رہا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان مسلمان حکومتوں نے اپنے اپنے عہد میں عظیم الشان علمی و ادبی، فنی، مذہبی اور تہذیبی و تمدنی کارنامے انجام دیئے جو آج مسلمانوں کے لیے سرمایۂ افتخار و نازش ہیں لیکن اگر ان حکومتوں کا نظام اور دستور و آئین واقعی اسلام ہوتا تو آج اسلام کی اور ساتھ ہی دنیا کی تاریخ ہی دوسری ہوتی۔

اسلامی نظام درحقیقت اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب کہ اربابِ حکومت و اقتدار اور عوام دونوں عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے پکے اور سچے مسلمان ہوں۔ اس حالت میں اگر اسلامی نظام کا اعلان نہ بھی کیا جائے تب بھی حکومت اسلامی ہوگی کیونکہ مسلمان پارلیمنٹ میں ہوں یا حکومت کی کرسی پر، کاروبار میں ہو یا دفتر میں، بہرحال اس کے فکر کا انداز اسلامی ہوگا۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو زبان سے لاکھ دعوے کیجیے محض اعلان کر دینے سے اسلامی نظام قائم نہیں ہو جاتا، اسلامی نظام صحیح اسوقت قائم ہو سکتا ہے جب مسلمانوں کے دل سوز و گداز سے معمور اور نظر پاک ہو ورنہ حضرت عثمان ذوالنورین کے خلاف جنھوں نے علم بغاوت بلند کیا اور خوارج جنھوں نے حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا، یہ سب بھی قرآن و سنت پر عامل اور ورع و تقویٰ کے پابند ہونے کے مدعی تھے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ان ظالموں نے اسلام کے سینہ میں جو خنجر بھونکا ہے آج تک اس کا زخم مندمل نہیں ہوا۔ آج مسلمانوں میں ایک دو نہیں دسیوں فرقے ہیں اور ہر فرقہ یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کو جس طرح اس نے سمجھا ہے وہی حق اور درست ہے اور دوسرے فرقے گمراہ اور غلطی پر ہیں، پس جس طرح آج ہر پارٹی جمہوریت کے نام پر دوسری پارٹی کی حریف ہے، اسی طرح ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے خلاف اسلام کے نام پر نبرد آزما ہوگا اور جو جنگ آج تک سیاسی پلیٹ فارم پر ہوتی تھی کل وہ مذہبی پلیٹ فارم پر ہوگی اور پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے لیے الکشن دیوبندیت، بریلویت، تقلید و عدم تقلید وغیرہ کی بنیادوں پر ہوتے گئے۔ اور جو مذہبی مناظرے اور مباحثے اب تک مسجد و مدرسہ یا پبلک جلسوں

سکتے تھے اب پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کی ایوانوں میں ان کی گونج سنائی دیگی۔ اعاذنا اللہ منہا۔ پس یہ خدشہ اور اندیشہ ہے جس کی وجہ سے ہم مبارکباد تو دیتے ہیں مگر تشویش واضطراب اور دل کی دھڑکن کے ساتھ۔

اس بنا پر بہتر یہ ہوگا کہ اسلام کی جو واضح اور متفق علیہ تعلیمات ہیں شروع میں ان کو نافذ کیا جائے۔ مثلاً فواحش ومنکرات کا انسداد۔ کسب حرام کے ذریعہ پر پابندی اور ان کی سخت نگرانی۔ جن چیزوں کا اخلاق پر بُرا اثر ہوتا ہے ان پر قدغن۔ شعائر اسلامی کا احترام اور ان کی رعایت۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے مذہبی تعلیم وتربیت کا خاص انتظام، اسلامی اقدارِ حیات کی موثر تبلیغ واشاعت کا بندوبست، افسران اور ملازمین کو تاکید کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی بنائیں، اربابِ حکومت واقتدار کو خود اسلامی تعلیمات کا نمونہ بننا چاہیے۔ پھر ان کا اثر عوام وخواص پر بھی ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ اسلامی نظام نافذ ہو تو اصولی طور پر ہونا چاہیے جزئیات جن میں اختلاف ہو سکتا ہے ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

ادارہ کے قواعد وضوابط اور فہرست کتب مفت طلب فرمائیے

گذارش تقریباً ہر ماہ خط وکتابت کے سلسلہ میں گذارش کی جاتی رہتی ہے کہ برہان کی خریداری یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلہ میں جب آپ کوئی خط دفتر ہذا کو تحریر فرمائیں تو خط پر اپنا پورا پتہ اور برہان کی چٹ پر جو نمبر درج ہوتا ہے وہ نمبر ضرور تحریر فرمادیا کریں۔

اسی طرح منی آرڈر کرتے وقت کوپن منی آرڈر اپنا پتہ اردو میں اور خریداری نمبر جو پتہ کی چٹ پر درج ہوتا ہے ضرور تحریر فرمادیا کریں۔ مگر افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ بہت کم حضرات ہیں جو اس سلسلہ میں دفتر سے تعاون فرماتے ہیں ___ میں گذارش کروں گا کہ آپ حضرات دفتر کو تعاون دیکر کارکنان کی اس مشکلات کو دور فرمائینگے جو ایسے موقع پر پیش آتی ہیں۔

(مینیجر)

حضرت خواجہ معین الدین سجزی اجمیری تاریخ کی روشنی میں

از: ڈاکٹر نثار احمد فاروقی۔ ریڈر شعبۂ عربی۔ دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷

(۱)

ہندستان میں تصوف کے دو خانوادوں نے سب سے پہلے نفوذ کیا۔ سُہروردی سلسلہ مغربی علاقوں میں خاصا مقبول ہو چکا تھا اور اُس کے مبلغین شمالی ہندستان کی طرف بھی بڑھتے آ رہے تھے، لیکن چشتیہ سلسلے کا فروغ حضرت خواجہ معین الدین حسن غریب نواز علیہ الرحمۃ کے قدوم میمنت لزوم کے ساتھ ہوا، اور آپ نے مغربی سرحدوں سے آگے بڑھ کر ہندوستان کے قلب میں اپنے مشن کی تبلیغ کی اور اجمیر کو ہمیشہ کے لیے روحانیوں کا قبلہ و کعبہ بنا دیا۔ سُہروردی سلسلے کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سُہروردی سے چشتی سلسلے کے بزرگوں نے بھی فیض حاصل کیا تھا اور اُن کی بلند پایہ تصنیف "عوارف المعارف"، تو کہنا چاہیئے اہل تصوف کی رہنما کتاب تھی اور یہ اُن چند کتابوں میں سے ایک ہے جن میں ایک تو قرآن و سنت کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تصوف محض عجمی اور غیر اسلامی چیز نہیں ہے بلکہ یہ دین کی روح کا نام ہے، دوسرے اِس کے تمام نظری مباحث پر پوری وضاحت سے لکھا گیا ہے۔ علمائے ظاہر نے اہل تصوف کے خلاف جو محاذ تیار کیا تھا اُسے "عوارف" اور "کشف المحجوب" جیسی کتابوں نے بیتِ عنکبوت سے زیادہ کمزور بنا دیا اور ڈھا دے کر صرف